AL-ILM Journal

Volume 6, Issue 2

ISSN (Print): 2618-1134
ISSN (Electronic): 2618-1142

Issue: https://www.gcwus.edu.pk/al-ilm/
URL: https://www.gcwus.edu.pk/al-ilm/

Title رواۃِ سیرت سے متعلق اصولِ تعدیل وقبول

Author (s): Dr. Usman Ahmed

Received on: 20 July, 2022
Accepted on: 10 November, 2022

Published on: 10 December, 2022
Citation: English Names of Authors, "Rawat e Seerat sy Mutaliq Asool e tadeel wa qabool", AL-ILM 6 no 2 (2022):43-53

Publisher: Institute of Arabic & Islamic Studies, Govt. College Women University, Sialkot

رواۃِ سیرت سے متعلق اصولِ تعدیل و قبول

ڈاکٹر عثمان احمد*

Abstract

In Islamic sciences, where there is a conformity in many aspects, there are also contrasts and differences in many respects. The discipline of Seerah Studies, is also in some directions similar to Hadith discipline but has its specific principles that are distinctive in its foundational basis. Following rules to accept a tradition has been observed by classical Seerah writers: (a) An unauthentic and unpopular narrator in hadith tradition can be acceptable in history and Seerah Studies, even he can be considered and counted among the great imams. (b) If a narrator has also transmitted the false and fabricated traditions, then this is not a sign or proof of his unacceptability. Until it is proved that he himself used to fabricate fake traditions. (c) If a narrator had passed on a narration that is not contrary to the infallibility of the Prophet, the greatness of his companions and the righteous one, or not against the disposition of the Shari'ah, cannot be claimed fabricated firmly and is beneficial where necessary. The article examines these rules and validate them with examples.

Key Word: Hadith, Principles, Tradition, Narrator

علوم اسلامیہ میں جہاں بہت سی جہات میں تطابق موجود ہے وہاں متعدد اعتبار سے تباین و تخالف بھی موجود ہے۔ علمِ سیرت کے اصول، علمِ حدیث سے جہاں کئی جہات سے مماثلت رکھتے ہیں وہاں متعدد اعتبارات سے مختلف بھی ہیں۔ اسی تناظر میں سیرت نگاروں، اہل تاریخ اور ائمہ جرح و تعدیل کے ہاں یہ اصول مسلمہ ہیں کہ

الف۔ روایت حدیث میں متروک و غیر مقبول راوی تاریخ و سیرت میں مقبول ہو سکتا ہے بلکہ ائمہ کبار میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

ب۔ کسی راوی نے اگر مناکیر و موضوع روایات بھی نقل کی ہیں تو یہ اس کے غیر مقبول ہونے کی علامت و دلیل نہیں۔ جب تک کہ یہ ثابت نہ ہو جائے کہ یہ خود جعلی روایات گھڑتا تھا۔

ج۔ وضاع راوی کی روایت اگر عصمتِ انبیاء، عظمتِ صحابہ و صالحین اور مزاجِ شریعت کے خلاف نہ ہو نیز اس کے باطل مسلک کے حق میں نہ ہو اور اس سے استفادے کی ضرورت ہو تو قبول کی جائے گی۔

ان تینوں اصولوں کا تعلق تساہل اور صرفِ نظر کرنے سے نہیں ہے۔ عام طور پر یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ سیرت کی تاریخی روایات سے حلال و حرام کے احکام مقصود نہیں ہوتے اس لیے ان روایات کے قبول کرنے میں تساہل اور نرمی برتی جاتی ہے جو کہ درست نہیں ہے۔ ہر علم اپنے اصولوں کا تعیین اپنے خاص سیاق میں کرتا ہے اور اس کی

*اسسٹنٹ پروفیسر، ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

عقلیت وضروت ثابت شدہ ہوتی ہے۔ اسی طرح علمِ سیرت کے یہ دونوں اصول، اصولِ تاریخ کے بنیادی اصول ہیں جو عقلی بنیادوں پر قائم ہیں اور کسی نرمی یا چشم پوشی کے نتیجے میں معیار سے نیچے آکر قبول کرنے کے غماز نہیں۔ یہ ایک فطری اصول ہے کہ ہر فرد اپنے علم میں خاص مہارت اور دسترس رکھتا ہوتا ہے۔ جیسا کہ علمِ فقہ میں جو کہ نصوص کے معانی کے گہرے فہم اور ان سے استنباطِ احکام کا علم ہے، کے باب میں علمِ حدیث کے حاملین کی حیثیت برابری کی نہیں اور اصولِ روایت کا علم رکھنے کے باوجود، مسائل شرعیہ جاننے کے تناظر میں وہ فقہاکے محتاج ہوتے ہیں۔ اسی طرح علمِ کلام کے باب میں ابو الحسن الاشعریؒ اور ابو منصور ماتریدیؒ کی حیثیت اوفق وبرتر ہے جس طرح کہ بخاری ومسلم کی حیثیت علم حدیث میں بہت بلند ہے۔

فقہ میں استدلال مالکؒ، ابو حنیفہؒ و شافعیؒ سے کیا جائے گا نہ کہ امام ابو الحسن الاشعریؒ سے۔ اور علمِ کلام میں استدلال ابوالحسن الاشعری، ابو منصور ماتریدی اور الباقلانی سے ہو گا نہ کہ امام بخاری ومسلم سے۔ ان سب کے صدق وامانت اور عالی مراتب کے باوجود اپنے اپنے میدان میں امامت وسیادت کو قبول کیا جائے گا اور اسی علمی میدان میں حجت ہوں گے۔

اسی طرح کسی ایک علم کے اصولِ اخذ وقبول کو دوسرے علم کے طریقِ استدلال کے مطابق نہ تو ثابت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ ہی ایک علم کے اصولوں کی دوسرے علم کے اصولوں سے مطابقت رکھنا لازم ہوتا ہے۔

مذکورہ اصولوں کی اساس ضرورتِ معیارِ ثبوت پر ہے۔ ہر معاملے کو ثابت کرنے کے لیے یکساں ثبوت درکار نہیں ہوتا۔ قرآن مجید میں اس اساس کے دلائل موجود ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کو ایک فرد نے فرعونی دربار میں سرداروں کی طرف سے قتل کی سازش کی اطلاع دی تو وہ اس کی خبر کو درست مان کر شہر سے نکل گئے۔

وَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَقْصَى الْمَدِينَةِ يَسْعَى قَالَ يَا مُوسَى إِنَّ الْمَلَأَ يَأْتَمِرُونَ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ مِنَ النَّاصِحِينَ فَخَرَجَ مِنْهَا[1]

ایک آدمی شہر کے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا۔ اس نے کہا: اے موسیٰ بلاشبہ سرداران تیرے بارے مل بیٹھ کر مشورہ کر رہے ہیں کہ تجھے قتل کر دیں تو نکل جاؤ۔ میں تیرے بارے میں خیر خواہ لوگوں میں سے ہوں۔ چنانچہ اس (شہر) سے نکل گئے۔

رَجُلٌ لفظ نکرہ لایا گیا معرفہ نہیں استعمال کیا گیا۔ نکرہ کے استعمال کی بہت سی معنوی جہات ہیں۔ کبھی تنکیر سے غیر معروف ہونے کی طرف بھی اشارہ مقصود ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو اس شخص

کو اچھی طرح نہیں جانتے تھے۔ پھر أَقْصَى الْمَدِينَةِ کے الفاظ بھی دلالت کرتے ہیں کہ وہ شہر کا رہنے والا نہیں تھا بلکہ مضافات کا تھا۔ جو خود عدم تعارف و شہرت کی طرف اشارہ ہے۔ اس فرد کا " إِنِّي لَكَ مِنَ النَّاصِحِينَ" کہہ کر اپنے اخلاص کا اظہار کرنا اس بات کی تائید کرتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اس سے واقفیت نہیں رکھتے تھے۔ قرائن و فراست کی بنیاد پر اس ایک فرد کی دی گئی خبر قبول کرلینا ہمیں تاریخ وسیرت کے واقعات کی قبولیت کی جانب ایک بنیادی اصول کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ اگر قرائن سے مِنَ النَّاصِحِينَ فرد ثابت ہو جائے اور خبر بھی خیر خواہی پر مبنی ہو تو قبول کرلی جائے۔ خبر سننے کے بعد قرآن کہتا ہے فَخَرَجَ ۔یہاں "ف" سبب بیان کرتا ہے اور بس اتنی ہی تاخیر بیان کرتا ہے کہ جو فطری طور پر نکلنے کے لیے درکار ہوئی ہوگی۔ معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نے خبر کی مزید تحقیق بھی نہیں فرمائی بلکہ قرائن کے باعث درست مانا۔

قرآن میں قرض کی دستاویز کے لیے کہا گیا کہ دو گواہ ہوں۔

وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ [2]

زنا کی حد کے لیے گواہوں کی تعداد کے بارے میں فرمایا کہ چار ہوں:

لَوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَئِكَ عِندَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ

امور کے اعتبار سے ضرورتِ ثبوت ہوتا ہے اور ہر واقعہ کے اثبات کے لیے یکساں ثبوت درکار نہیں۔

قرآن نے ثبوت کے لیے تین مختلف طریق تجویز کیے۔ اس سے واضح ہوا کہ ہر امر کا ثبوت یکساں نہیں ہوتا۔ ایک واقعے ایک خبر دینے سے بات ثابت مانی گئی۔ دوسرے میں دو خبر دینے والے ضروری قرار دیے گئے۔ جب کہ تیسرے معاملے میں چار خبر دینے والوں کا ہونا لازم ہوا اور ایک بھی کم ہو تو "کاذب" کا حکم لگایا گیا۔

علمِ سیرت کے درج بالا اصولوں کے کثیر شواہد کتب سیرت و رجال میں موجود ہیں۔ ذیل میں تاریخ وسیرت کے راویوں کے بارے میں ماہرین علم الحدیث کے اقوال پیش کیے جائیں گے جن سے واضح ہوگا کہ وہ اگر حدیث کی قبولیت کے معاملے میں ایک راوی پر جرح کرتے ہیں تو اسی راوی کو تاریخ وسیرت میں مقبول قرار دیتے ہیں۔ (یہاں راویوں کا ذکر تاریخی ترتیب پر نہیں کیا گیا)

محمد بن اسحاق

سیرت و تاریخ میں محمد بن اسحاق امامت کے درجے پر فائز ہیں۔ ان کے بارے میں ذہبی لکھتے ہیں۔

وكان أحد أوعية العلم حَبرا في معرفة المغازي والسير وليس بذاك المتقن فانحط حديثه عن

رتبة الصحة[3]

آپ علم محفوظ کرنے والوں میں سے ایک تھے۔ مغازی و سیرت کی معرفت میں بلند مرتبہ تھے۔ آپ اس کے ساتھ متقن نہیں تھے۔ ان کی احادیث رتبہ صحت سے گری ہوئی ہیں

ان کے بارے میں یحیٰ بن معین فرماتے ہیں

سمِعت الْعَبَّاس يَقُول سَمِعت أَحْمد بن حَنْبَل وَسُئِلَ وَهُوَ على بَاب أَبى النَّضر هَاشم بن الْقَاسِم فَقيل لَهُ يَا أَبَا عبد الله مَا تَقول فِي مُوسَى بن عُبَيْدَة الربذي وفى مُحَمَّد بن إِسْحَاق فَقَالَ أما مُحَمَّد بن إِسْحَاق فَهُوَ رجل تكْتب عَنهُ هَذِه الْأَحَادِيث كَأَنَّهُ يعْنى الْمَغَازِي وَنَحْوهَا وَأما مُوسَى بن عُبَيْدَة فَلم يكن بِهِ بَأْس وَلكنه حدث بِأَحَادِيث مَنَاكِير عَن عبد الله بن دِينَار عَن بن عمر عَن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم[4]

عباس الدوری کہتے ہیں میں نے احمد بن حنبل کو یہ فرماتے سنا جب وہ ابو النضر ہاشم بن القاسم کے دروازے پر تھے۔ ان سے کہا گیا اے ابو عبد اللہ آپ موسیٰ بن عبیدۃ الربذی اور محمد بن اسحاق کے بارے کیا کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا جہاں تک محمد بن اسحاق کا معاملہ ہے تو یہ وہ شخص ہے جس سے یہ احادیث لکھی جاتی ہیں یعنی مغازی وغیرہ کی روایات۔ جہاں تک موسیٰ بن عبیدۃ کا معاملہ ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اس نے عبد اللہ بن دینار سے ابن عمر کے توسط سے رسول اللہ ﷺ منکر روایات نقل کی ہیں۔

ابو مخنف لوط بن یحیٰ

ابن کثیر لکھتے ہیں

وَأَكْثَرُهُ مِنْ رِوَايَةِ أَبِي مِخْنَفٍ لُوطِ بْنِ يَحْيَى، وَقَدْ كَانَ شِيعِيًّا، وَهُوَ ضَعِيفُ الْحَدِيثِ عِنْدَ الْأَئِمَّةِ، وَلَكِنَّهُ أَخْبَارِيٌّ حَافِظٌ، عِنْدَهُ مِنْ هَذِهِ الْأَشْيَاءِ مَا لَيْسَ عِنْدَ غَيْرِهِ، وَلِهَذَا يَتَرَامَى عَلَيْهِ كَثِيرٌ مِنَ المصنفين في هذا الشأن مِمَّنْ بَعْدَهُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ.[5]

ان روایات کی اکثریت ابو مخنف لوط بن یحیٰ سے ہے۔ وہ شیعہ تھا۔ ائمہ حدیث کے نزدیک وہ ضعیف الحدیث ہے۔ لیکن اخبارِ تاریخ میں حافظ ہے۔ اس کے پاس اس طرح کی چیزیں ہیں جو کسی کے پاس نہیں۔ اس لیے اس کے بعد میں آنے والے بہت سے مصنفین نے اس معاملے میں ان سے اخذ کیا ہے۔

یَتَرَامَی کی وضاحت درج ذیل ہے

ترامى الشَّيءُ: تتابَع وازداد (*) مُترامِي الأطراف: واسعٌ، شاسع، غير محدود .ترامى الأمرُ إلى كذا: صار إليه وأفضى (ترامَى الخبرُ إليه-

اس کا تتابع کیا اور اس سے بڑھ گیا۔ مترامی الاطراف: وسیع، دور تک پھیلا ہوا اور لا محدود۔ .ترامى الأمرُ إلى كذا: معاملہ اس کی طرف ہو گیا اور اس کی طرف بہہ نکلا۔ خبر اس کی طرف منسوب ہوئی

محمد بن زیاد بن زبّار الکلبی

ابو عبد اللہ محمد بن زیاد بن زبّار الکلبیّ الدمشقی علم تاریخ وعلم الانساب میں مہارت کے حاملین میں سے ہیں۔ ان کے بارے ذھبی لکھتے ہیں

أبو عبد الله الدّمشقيّ.إخباريّ عارف بالنَّسب.روى عن: الشّرقيّ بن قطاميّ مؤدّب المهديّ.روى عنه: أحمد بن حنبل، وتَمْتَام، وأحمد بن عليّ الخزّاز، وجماعة.قال ابن مَعِين: لا شيء وقال جَزَرَة: ليس بذاك [6]

ابو عبد اللہ الدمشقی مؤرخ، نسب کے جاننے والے۔ الشرقی بن قطامی المھدی کے مؤدب سے روایت کیا۔ اس سے احمد بن حنبل اور تمتام، احمد بن علی الخزاز اور ایک جماعت نے روایت کیا۔ ابن معین نے کہا: کوئی چیز نہیں ہے۔ جزرۃ نے کہا: قابل اعتنا نہیں۔

درج بالا عبارت واضح بتا رہی ہے کہ ذھبی تاریخ وانساب میں محمد بن زیاد بن زبّار الکلبی کو قابل استناد قرار دے رہے ہیں جب کہ علمِ حدیث میں ان کے بارے میں غیر مقبول ہونے کا قول ہے۔

الحسَن بن شبیب بن راشد

ذھبی لکھتے ہیں

وقال الدَّارَقُطْنِيّ: ليس بالقويّ، وهو إخباريّ يُعْتَبَر به [7]

الدار قطنی کہتے ہیں: قوی نہیں ہیں۔ وہ اخباری ہیں جن پر اعتبار کیا جاتا ہے۔

ذھبی نے حدیث میں غیر مقبول ہونے کی بات نقل کر کے واضح طور پر علمِ تاریخ میں معتبر قرار دیا ہے۔

ابراھیم بن أحمد بن ھلال

أبو إسحاق الإنباريّ ابن أبي عون إخباري علامة ، صاحب ابن ربيعة له تصانيف. انسلخ من

الدين وصحب الشلمغانيّ الزنديق وادعى فيه الألهية. ضربت عنقه وأحرق في ذي القعدة منها.[8]

ابو اسحاق الانباری بن ابی عون اخبار میں علامہ ہیں۔ ابن ربیعہ کے صاحب ہیں۔ ان کی تصانیف ہیں۔ دین سے پھر گئے اور الشلمغانی زندیق کی معیت اختیار کر لی تھی۔ اس میں الوہیت کا دعوی کیا۔ ذوالقعدہ میں اس کی گردن ماری گئی اور جلا دیا گیا۔

کافر و زندیق قرار دیے جانے کے باوجود ذہبی تعارف کا آغاز" إخباري علامة" کہہ کر کرتے ہیں۔

ابن الفوطي الفضل بن العباس

ابن العماد حنبلی لکھتے ہیں

أبي المعالي الفضل بن العبّاس بن عبد الله بن معن بن زائدة الشّيباني المروزي الأصل البغدادي الأخباري، الكاتب المؤرّخ الحنبلي، ابن الصّابوني، ويعرف بابن الفوطي-وله أشياء كثيرة في الأنساب وغيرها. وقد تكلّم في عقيدته وفي عدالته. قال: وهو في الجملة أخباريّ علّامة[9]

ابو المعالی الفضل بن العباس بن عبد اللہ بن معن بن زائدۃ الشیبانی المروزی بغدادی الاصل اخباری۔ کاتب مؤرخ حنبلی۔ ابن الصابونی۔ ابن الفوطی سے معروف۔ اس کے پاس انساب وغیرہ کے بارے میں کثیر اشیاہیں۔ اس کے عقیدے اور عدالت کے بارے میں کلام کیا گیا ہے۔ کہا: فی الجملہ اخبار میں علامہ ہیں۔

عدالت وعقیدے میں کلام کے باوجود ابن الفوطی کو ابن العماد الحنبلی تاریخ میں علامہ قرار دے رہے ہیں۔

أبوعبيدة معمر بن المثنى

امام مسلم تحریر فرماتے ہیں۔

أبو عبيدة معمر بن المثنى صاحب العربية سمع رؤبة بن العجاجصدوق إخباري وقد رمي برأي الخوارج من السابعة[10]

ابو عبیدۃ معمر بن المثنیٰ عربی والے، اس نے رؤبۃ بن العجاج سے سماع کیا۔ صدوق اخباری ہیں۔ خوارج کی رائے اختیار کرنے کا الزام لگایا گیا۔ طبقہ سابعہ میں سے ہیں۔

أبو العيناء محمد بن القاسم

مُحَمَّد بن الْقَاسِم أَبُو العيناء أخباري مَشْهُور قَالَ الدَّارَقُطْنِيّ لَيْسَ بِقَوِي فِي الحَدِيث [11]

محمد بن القاسم ابو العیناء مشہور اخباری ہیں۔ الدار قطنی نے کہا حدیث میں قوی نہیں ہیں۔

الدار قطنی کے الفاظ ہیں کہ "حدیث میں قوی نہیں ہے" اس کی جانب اشارہ ہے سیرت و تاریخ میں قوی و مستند ہے۔ الذھبی نے أخباري مَشْهُور قرار دیا ہے۔

أبو محمد يحيى بن المبارك

سیر اعلام النبلاء میں الذھبی لکھتے ہیں

شَيْخُ القُرَّاءِ أَبُو مُحَمَّدٍ يَحْيَى بنُ المُبَارَكِ بنِ المُغِيْرَةِ العَدَوِيُّ البَصْرِيُّ النَّحْوِيُّ، وَعُرِفَ بِاليَزِيْدِيِّ لاتِّصَالِهِ بِالأَمِيْرِ يَزِيْدَ بنِ مَنْصُوْرٍ خَالِ المَهْدِيِّ يُؤَدِّبُ وَلَدَه.وَكَانَ ثِقَةً عَالِماً حُجَّةً فِي القِرَاءةِ لاَ يَدْرِي مَا الحَدِيْثُ لَكِنَّهُ أَخْبَارِيٌّ نَحْوِيٌّ عَلاَّمَةٌ بَصِيْرٌ بِلِسَانِ العَرَبِ [12]

شیخ القرا ابو محمد یحیٰ بن المبارک بن المغیرۃ العدوی البصری النحوی۔ الامیر یزید بن منصور جو مھدی کے ماموں تھے، سے متعلق کی وجہ سے الیزیدی کے نام سے معروف ہوئے۔ اس کے بیٹے کے مؤدب (اتالیق) تھے، قرأت میں ثقہ، عالم و حجت ہیں، نہیں جانتے کہ حدیث کیا ہے لیکن اخبار و نحو میں علامہ ہیں۔ اہل عرب کی زبان میں بصارت رکھتے ہیں۔

عبد الله بن شبيب

عبد الله بن شبيب، أبو سعيد الربعي، أخباري علامة، لكنه واه.قال أبو أحمد الحاكم: ذاهب الحديث [13]

عبد اللہ بن شبیب، ابو سعید الربعی، اخبار کے بہت بڑے عالم، لیکن واہ ہیں۔ ابو احمد الحاکم نے کہا: لین الحدیث ہیں۔

محمد بن موسى بن حماد البربري

الذھبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں۔

شيخ معروف، أخباري علامة، روى عن علي بن الجعد وطبقته.قال الدارقطني: ليس بالقوى. [14]

معروف شیخ ہیں۔ اخبار میں علامہ ہیں۔ علی بن الجعد اور اس کے طبقہ سے روایت کیا۔ الدار قطنی نے کہا: قوی نہیں ہیں۔

أبو بکر الھذلی

أبو بكر الهذلي - سلمى بن عبد الله بن سلمى البصري، أخباري علامة، لين الحديث.عن الحسن، وعكرمة، وجماعة.وعنه ابن المبارك، ومسلم بن إبراهيم، وجماعة.ضعفه أحمد، وغيره.وقال غندر، وابن معين: لم يكن بثقة.وقال يزيد بن زريع: عدلت عنه عمدا.وقال أبو حاتم: لين يكتب حديثه.[15]

ابو بکر الھذلی، سلمیٰ بن عبد اللہ بن سلمی البصری، اخبار میں علامہ ہیں۔لین الحدیث ہیں۔الحسن، عکرمہ اور ایک جماعت سے نقل کرتے ہیں۔ان سے ابن المبارک، مسلم بن ابراھیم اور ایک جماعت نے روایت نقل کی۔احمد بن حنبل نے تضعیف کی۔غندر و ابن معین نے کہا: ثقہ نہیں ہیں۔۔یزید بن زریع نے کہا: میں نے جان بوجھ کر ان کی طرف توجہ نہیں کی۔ابو حاتم نے کہا: لین ہیں۔اپنی حدیث لکھتے ہیں۔

محمد بن خلف بن المرزبان

ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں

محمد بن خلف بن المرزبان أبو بكر اخباري صاحب تصانيف روى عن الزبير والرمادي وعنه أبو عمرو بن حيويه وجماعة مات سنة تسع وثلاث مائة قال الدارقطني اخباري لين انتهى وقال الخطيب كان إخباريا مصنفا حسن التأليف[16]

محمد بن خلف بن المرزبان، ابو بکر اخباری ہیں۔صاحب تصانیف ہیں۔الزبیر و الرمادی سے روایت کرتے ہیں۔ان سے ابو عمرو بن حیویہ اور ایک جماعت سے روایت لی۔۳۰۹ھ میں انتقال ہوا۔الدار قطنی نے کہا اخباری ہیں لین ہیں۔خطیب نے کہا: اخباری تھے۔صاحب تصنیف تھے۔عمدہ چیزیں جمع کیں۔

محمد بن خلف کسے متعلق حدیث میں جرح کے باوجود خطیب بغدادی تاریخ کے بارے میں کہہ رہے ہیں حسن التألیف

منذر بن محمد القابوسی

منقول ہے

منذر بن محمد القابوسي قال الدارقطني مجهول انتهى وذكر ابن الوراق ان البرقاني سأل الدارقطني عنه فقال متروك الحديث قلت وهو اخباري يروي الأنساب ونحوها وهو الذي قبله

في ما أرى.[17]

منذر بن محمد القابوسی، الدار قطنی نے کہا: مجہول ہے۔ ابن الوراق نے ذکر کیا کہ البرقانی نے الدار قطنی سے اس کے بارے پوچھا تو انہوں نے کہا: متروک ہے۔ میں کہتا ہوں وہ صاحبِ اخبار ہے۔ انساب وغیرہ کو روایت کرتا ہے۔ اور وہ اس معاملے میں جو میں نے بتایا، مقبول ہے۔

عیسی بن یزید

علامہ السخاوی لکھتے ہیں

عيسى بن يزيد بن داب الليثي المدني: إخباري علامة نسابة لكن حديثه واه[18]

عیسیٰ بن یزید بن داب اللیثی المدنی، اخبار میں علامہ ہیں لیکن اس کی حدیث واہ ہے۔

درج بالا تمام راویوں کے حالات کے اندر آغاز میں بیان کردہ اصولوں سے متعلق استشہادات موجود ہیں۔ علمِ سیرت جو علمِ تاریخ سے جدا ہو کر اپنی علیحدہ شناخت قائم کر چکا ہے اپنے خاص اصولوں پر قائم ہے۔ ان اصولوں کی اپنی عقلی و نقلی اساسیات ہیں اور ان کو مطالعۂ سیرت میں مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

حوالہ جات وحواشی

[1] القصص۔۲۱،۲۰

Al Qasās 20-21

[2] البقرۃ۔۲۸۲

Al Bāqrāh 282

[3] الذھبی، محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز، شمس الدين ابو عبد الله (المتوفى:۷۴۸ھ)، تذکرۃ الحفاظ، دار الکتب العلمیۃ بیروت، طبع اول،۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء، ج۱، ص۱۳۰

Al Zāhbi, Mūhammād bin Ahmād, Abū Abdullāh, Tazkrāh tūl Huffāz, Dar ul kūtub al Ilmiyāh, Berūit, 1998, v 1, p 130

[4] ابن معين، أبو زكريا يحيى بن معين بن عون بن زياد بن بسطام بن عبد الرحمن المري بالولاء، البغدادي (المتوفى:۲۳۳ھ)، تاريخ ابن معين (رواية الدوري)، تحقیق: د. أحمد محمد نور سيف، مركز البحث العلمي وإحياء التراث الإسلامي-مكة المكرمة، طبع اول، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء، ج۳، ص۶۰

Ibn e Moin, Abū Zakriyāh bin abdūl Rehmān, Tāreekh ibn e Moin, Makkāh, Markaz al Bahās al ilmi w aahyāh al turaās al islāmi, 1979, v 3, p 60

[5] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر القرشي البصري ثم الدمشقي (المتوفى:۷۷۴ھ)، البداية والنهاية، تحقيق: علي شيري، دار إحياء التراث العربي، بیروت، طبع اول،۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء، ج۸، ص۲۲۰

Ibn e Kāthir, Ismāil bin Umar, Al Badaiyāh wa al Nihayāh, Beruit, Dar ahyāh al Turaās al Arābi, 1988, v 8, p 220

[6] الذھبی، شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان (المتوفى:۷۴۸ھ)، تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام، تحقيق: عمر عبد السلام التدمری، دار الكتاب العربي، بیروت، طبع اول،۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء، ج۱۶، ص۳۵۵

Al Zāhbi, Mūhammād bin Ahmad, Abu Abdullāh, Tāreekh ul Islām wa Wafiyaāt ul Mashāheer wa al Aalām, Beruit, Dār al kutub al Arābi, 1998, v 16, p 355

[7] تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام، ج۱۸، ص۲۲۷

Tāreekh ūl Islām wā Wafiyāat ūl Mashāheer wa al Aalām, v 18, p 227

[8] ایضاً، ج۲۴، ص۱۰۳

Same as above, p 103

[9] ابن العماد، عبد الحي بن أحمد بن محمد العَكري الحنبلي، أبو الفلاح (المتوفى:۱۰۸۹ھ)، شذرات الذهب في أخبار من ذهب، تحقيق: محمود الأرناؤوط، تخريج: عبد القادر الأرناؤوط، دار ابن كثير، بیروت، طبع اول،۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء، ج۸، ص۱۰۹

Ibn ūl Ammād, Ahmād bin Mūhammād, Shuzraāt al Zāhb fi akhbaār min zāhb, Beruit, dār ibn e kāthir, 1986, v 8, p 109

10 مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري (المتوفى: ۲۶۱ھ)، الکنی والأسماء، تحقیق: عبد الرحیم محمد أحمد القشقری، عمادة البحث العلمي بالجامعة الإسلامية، المدينة المنورة، المملكة العربية السعودية، طبع اول، ۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۴ء، ج ۱، ص ۵۹۱

Mūslim bin Hājaj al Qūshāiri, Al Jamāh al Sāhih, Beruit, Dar Ahyā al Turāth al Arbi, 1984, v 1, p591

11 الذهبي، شمس الدین أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز (المتوفى: ۷۴۸ھ)، المغني في الضعفاء، تحقیق: الدکتور نور الدین عتر، ج ۲، ص ۶۲۵

Al Zāhbi, Muhammād bin Ahmād, Abu Abdullāh, Al Mūghni fi Zuaāfa, v 2, p 625

12 ایضاً، سیر أعلام النبلاء، دار الحدیث، القاهرة، طبع اول، ۱۴۲۷ھ / ۲۰۰۶ء، ج ۶، ص ۲۲۱

Same as above, v 6, p 221

13 یضاً، میزان الاعتدال في نقد الرجال، تحقیق: علي محمد البجاوي، دار المعرفة للطباعة والنشر، بیروت، طبع اول، ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۳ء، ج ۲، ص ۴۳۸

Meezān ūl Aitdaāl fi nāqd al Rijāl, Beruit, dar ul māarfah, 1963, v 2, p 438

14 میزان الاعتدال في نقد الرجال، ج ۴، ص ۵۱

Meezān ūl Aitdaāl fi nāqd al Rijāl,v 4, p 51

15 میزان الاعتدال في نقد الرجال، ج ۴، ص ۴۳۷

Meezān ūl Aitdaāl fi nāqd al Rijāl, v 4,p 437

16 ابن حجر العسقلاني، أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد (المتوفى: ۸۵۲ھ)، لسان المیزان، تحقیق: دائرة المعرف النظامیة، الهند، مؤسسة الأعلمي للمطبوعات بیروت، طبع دوم، ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۱ء، ج ۵، ص ۱۵۷

Ibn e Hājr Asqālani, Ahmād bin Ali, Lisaān ūl Mizaān, Beruit, Dairāh tul maārif al nizamiyāh, 1971, v 5, p 157

17 ایضاً، ج ۶، ص ۹۰

Same as above, v 6, p 90

18 السخاوي، شمس الدین أبو الخیر محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن أبي بکر بن عثمان بن محمد (المتوفى: ۹۰۲ھ)، التحفة اللطیفة في تاریخ المدینة الشریفة، الکتب العلمیه، بیروت، طبع اول، ۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۳ء، ج ۲، ص ۳۷۰

Al Sakhāwi, Shāms ūddin, Mūhammād bin Abdūl Rehmān, Al Tuhfāh tul Lutfiyāh fi Tāreekh al Mādināh, Beruit, Al kutub al Almiyāh, 1993, v 2, p 370